

تعارف و تبصرہ

مولانا شبلی بھٹت سیرت نگار
ظفر احمد صدیقی

ملنے کا پتا: ایچ کیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ، سزاشاعت ۲۰۰۱ء، صفحات ۳۰۴، قیمت ۲۵۷/۰

عجم کی مدح کرنے اور عباسیوں کی داستان لکھنے کے بعد عمر کے آخری مرحلے میں علامہ شبلی کو سیرت پیغمبر خاتم لکھنے کی توفیق ہوئی۔ اگرچہ اپنی خواہش اور منصوبے کے مطابق وہ اسے پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے، لیکن ناتمام رہ جانے کے باوجود ان کی تصنیف "سیرت النبی" اپنی گونا گوں خوبیوں کی وجہ سے انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں لکھی جانے والی عربی اور اردو تصانیف سیرت میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ علامہ شبلی نے اس کے شروع میں ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے جس میں انھوں نے قدیم کتب سیرت پر تنقید کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں جو صرف صحیح روایتوں پر مشتمل ہو۔ انھوں نے سیرت نگاری کے سلسلے میں کچھ اصول و ضوابط متین کیے ہیں اور ان کے مطابق اپنی کتاب تصنیف کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ زیر تہہ کتاب کے مصنف کا خیال ہے کہ علامہ شبلی نعمانی نے اپنے مقدمہ میں جن اصولوں کا تذکرہ کیا ہے ان پر خود عمل نہیں کر سکے ہیں۔ اپنے دعویٰ پر انھوں نے بہت تفصیل سے دلائل دیے ہیں اور سیرۃ النبی کے اقتباسات اور مباحث کا تذکرہ کر کے ان کا ناقانہ جائزہ لیا ہے۔ ان کی یہ بحث سماجی مجملہ ترجمان الاسلام بنارس کی سات قسطوں میں پہلے شائع ہوئی اور اب تہذیب و تنقیح کے بعد کتابی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں سیرۃ النبی کی خصوصیات و امتیازات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس کی مقبولیت کا سبب علامہ شبلی کا مؤثر اسلوب بیان، مورخانہ شعور و آگہی، سلیقہ تحریر و تصنیف، مستشرقین کا رد و ابطال اور عالمانہ طرزِ مخاطب ہے۔ بقیہ ابواب تنقیدی نوعیت کے ہیں۔ ان میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ علامہ شبلی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ

سیرت کے موضوع پر صحیح روایات کے التزام کے ساتھ کتاب لکھیں گے اور روایات سیرت اور احادیث میں اختلاف کی صورت میں احادیث کو ترجیح دیں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں شامل تقریباً نصف روایتیں ”کم مستند“ یا ”غیر مستند“ ہیں۔ بسا اوقات احادیث صحیحہ پر روایات سیرت کو ترجیح دی گئی ہے اور بعض واقعات کے سلسلے میں احادیث کے بجائے سیرت کی کتابوں پر اعتماد کیا گیا ہے بعض صحیح روایات پر بھی تنقید کی گئی ہے۔ مصنف نے علامہ شبلی کے تضادات، تفردات، ضعف استدلال اور تسامحات کی مثالیں بھی اکٹھا کی ہیں۔ مجلہ ترجمان الاسلام میں اس بحث کی اشاعت کے بعد بعض اہل علم نے اس پر اپنی آراء تحریر کی تھیں اور بعض غلطیوں کی نشان دہی کی تھی۔ مصنف نے کتاب کے ”ضمیمہ“ میں ان کے سلسلے میں بعض مضامین اور استدراکات کیے ہیں۔

سیرۃ النبی کی اشاعت کے بعد ہی سے اس کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیا جاتا رہا ہے اور تنقیدیں کی گئی ہیں۔ خود علامہ شبلی کے شاگرد رشید علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی بعض مقامات پر اپنے استاد سے اختلاف کیا ہے۔ ان کی فریاداشتوں اور مسامحات پر تنبیہ کی ہے اور استدراکات کیے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب میں بھی ان استدراکات اور تنقیدی اشارات سے استفادہ کیا گیا ہے (پروفیسر محمد سلیم مظہر صدیقی نے اپنے ایک مضمون میں ان استدراکات کو جمع کر دیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے ”شبلی کی سیرۃ النبی کا مطالعہ نقد سلیمانی کی روشنی میں“ تحقیقات اسلامی، جلد ۵، شمارہ ۵، اپریل تا جون ۱۹۸۲ء، ص ۳۴-۵۸) زیر تبصرہ کتاب کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے، کوئی انسانی کاوش کیوں اور خامیوں سے مبرا نہیں ہے۔ امام مالکؒ مسجد نبوی میں حدیث کا درس دیتے ہوئے قبر رسول کی جانب اشارہ کر کے فرماتے تھے: کُلُّ یُوْحَدُّ مِنْ قَوْلِهِ وَیُرِدُّ الْاِصْحَابَ هَذَا الْقَبْرِ خود زیر تبصرہ کتاب میں بھی بار بار کے مراجعہ کے باوجود متعدد غلطیاں رہ گئی ہیں۔ مثلاً مولانا شبلی نے کعب بن اشرف یہودی کی سازشوں کی جو تفصیل ذکر کی ہے اس کے سلسلے میں لکھتے ہیں ”مولانا نے اس بیان کے لیے تاریخ خمیس کا حوالہ دیا ہے لیکن راقم کو کعب بن اشرف کے قتل کے سیاق میں اس مضمون کی کوئی روایت تاریخ خمیس میں نہیں ملی۔ مولانا کو حوالہ میں غالباً سہو

تعارف و تبرہ

واقع ہو گیا ہے (۲۲۴) سہو مولانا سے نہیں بلکہ تنقید نگار سے ہو گیا ہے۔ مولانا نے تاریخ تیس ص ۵۱۷ کا حوالہ دیا ہے اور وہاں مولانا کی بیان کردہ تفصیل موجود ہے (المطبۃ العامۃ الغنایۃ طبع اول ۱۳۰۲ھ جلد اول) البتہ وہ کعب بن اشرف کے قتل کے سیاق میں نہیں بلکہ غزوہٴ نجیٰ نصیر کے سیاق میں ہے۔ مقدمہ سیرت کے آخر میں مولانا بشلی ہی نے ”شایع مبارک مذکورہ“ کے عنوان سے پوری بحث کا خلاصہ کر دیا ہے لیکن تنقید نگار نے اسے سہواً مولانا سید سلیمان ندوی کے قلم سے سمجھ لیا ہے (ص ۵۲، ۵۳، ۱۱۷) مصرع ”ونذہل عن ابنائنا والحدائل“ کا ترجمہ مولانا بشلی نے یہ کیا ہے ”اور ہم اپنے بیٹوں اور بی بیوں سے بھلا نہ دیے جائیں“ (ص ۳۲۳) زیر تبرہ کتاب میں سہواً ”بی بیوں“ کی جگہ ”بیٹیوں“ نقل ہو گیا ہے (ص ۱۷۵)

یہ کتاب تنقید و تبرہ کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ فاضل مصنف نے بڑی دیدہ ریزی اور چھان بین سے کام لیا ہے۔ پوری بحث میں علمی و استدلالی انداز اختیار کیا ہے اور حفظ مراتب کا پورا خیال رکھا ہے۔ زبان کی شائستگی اور اعلیٰ تحقیقی معیار پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (محمد رضی الاسلام ندوی)

چراغِ نوا ڈاکٹر رئیس نعمانی

پتا: ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد رکیٹ، علی گڑھ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۳۰ روپے

ڈاکٹر رئیس نعمانی فارسی ادبیات کے معروف اسکالر ہیں، فارسی زبان و ادب میں انھیں کامل دستگاہ حاصل ہے۔ ہندوستان اور اس کے باہر جہاں بھی فارسی زبان و ادب سے متعلق کوئی جلسہ یا مذاکرہ ہوتا ہے، اس میں ان کی شرکت ناگزیر تصور کی جاتی ہے۔ وہ تقریباً دو دہائیوں سے دانش گاہ علی گڑھ کے سیدنا طاہر سیف الدین ہائی اسکول میں فارسی کے استاد ہیں۔ فارسی شعر و ادب سے متعلق ان کی متعدد کتب امین منظر عام پر آچکی ہیں۔ ان میں ”برات معنی“ (فارسی غزلوں کا مجموعہ) ”حدیث حیات“ (محام ہندوستانی فارسی گو شعرا کا مختصر تذکرہ) اور ”آئینہ حیرت“ (فارسی کی شاعرات کا تذکرہ)